ڈاکٹر عبدالستار صدیقی:

اردو تحقیق: چند تصریحات، چند تجاویز

(۱)

ہماری یونی ورسٹیوں میں اب تک امتحان کا چرچا بہت ہے، کام کا کم۔ "کام" سے میری مراد ہے تحقیقی علمی کام، جسے لوگ "ریسرچ" کہتے ہیں۔ مقصد اس طرح کے کام کا یہ ہے کہ جو طالب علم کسی فن کو تحقیق سے سیکھیں وہ خود اُس کے مطالب پر قلم اٹھاسکیں۔ اُن کی تصنیف یا تالیف میں صحت کی انتہائی کوشش کی گئی ہو۔ جو بات کہی گئی ہو اُس میں سچائی ہو، گہرائی ہو، ہر بحث پر صحیح رخ سے بحث کی گئی ہو، کوئی دعویٰ بےدلیل نہ ہو، اپنی بات کی پچ نہ ہو، لفاظی نہ ہو۔ خاص کر اردو میں اس طرح کا کام کرنے کی بہت ضرورت ہے اور بہت گنجائش بھی۔ اِسی قسم کے کام سے اردو زبان اور اردو ادب کو تقویت پہنچ سکتی ہے۔

(۲)

ایک تحقیقی کام کرنے والے کے لیے سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ وہ نہایت وسیع مطالعے کے ذریعے گہری نظر پیدا کرے۔ اپنے مضمون کے کسی پہلو کو محض ایک وقتی ضرورت جان کر اُسے اوروں کی تحریر سے نقل کرلینے کو کافی نہ جانے بلکہ

اپنی ذاتی توجہ اور محنت سے خود اس پر قابو حاصل کرے اور اپنے کام کو سطحیت سے بچانے میں ہر وقت کوشاں رہے۔ اپنے ماخذوں سے کام لینے میں احتیاط برتے اور ان کے مطالب کو، خوب سمجھ کر اور اچھی طرح ان کی جانچ کرنے کے بعد، اپنی تحریر میں جگہ دے۔ اس کے مقالے کے بیشتر ماخذ جس زبان میں ہوں اس کو خود سیکھے۔ ترجموں پر بھروسا نہ کرے، چاہے وہ کتنے ہی اچھے ہوں۔

ترجموں سے محض ذیلی طور پر مدد لی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ایک شخص اچھی طرح عربی نہیں جانتا اور فقہ کے کسی مسئلے پر مقالہ پیش کرنا چاہتا ہے، تو یہ خواہش اس کی سراسر بیجا ہوگی اور تحقیق کے حق کو وہ کبھی ادا نہ کر سکے گا، چاہے اس نے فارسی اور اردو میں کتنی ہی کتابیں فقہ کی بر زبان کرلی ہوں۔ اسی طرح اردو کا ایک بےبدل ادیب بھی "ولی" یا اس سے پہلے کے کسی اردو شاعر کے کلام کو ایڈٹ کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا، اگر اس شاعر کے زمانے کی زبان اور رسم و رواج کا اسے علم نہیں ہے۔ البتہ، کبھی ایسی کسی بات کو بھی بیان میں لانا پڑتا ہے جو مقالے کے مبحث سے براہ راست تعلق نہیں رکھتی، اور صرف ضمنی طور پر اس کا ذکر کرنا یا حوالہ دینا ضروری ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس فن کے ماہروں سے مدد لے، جس کے تحت وہ مسئلہ ہو، اور اپنی تصنیف میں ایسی امداد کا اعتراف کشادہ پیشانی سے کرے۔

اس سلسلے میں اگر اس ناگوار حقیقت کو بھی ظاہر کردوں، تو معاف کیا جاؤں، کہ بعضے مصنفوں کو کسی دوسرے سے مدد

مانگنے میں عار ہوتا ہے، اور اگر مدد لی بھی، تو نہیں چاہتے کہ اس کی خبر کسی کو ہو۔ بعضوں کو تو یہاں تک دیکھا کہ اس خوف سے مسودہ کسی کو نہیں دکھاتے کہ ایسا نہ ہو کوئی غلطی نکل آئے اور ان کے چھوٹے غرور کو ٹھیس لگ جائے۔ ایسی صورتیں بھی دیکھنے میں آئیں کہ جب کتاب چھپ گئی تو اشاعت کو ذرا روک کے دس پانچ بڑے بڑے آدمیوں کو "ہدیۂ مولف" بھیج کر تقاضے پر تقاضا کرکے، ان کی رائیں حاصل کرلیں۔ یہ رائیں، جو اخلاقاً اچھی ہی ہوتی ہیں، جب کتاب میں نتھی ہو لیتی ہیں، تب کتاب شائع کی جاتی ہے۔ یورپ میں اس کے برعکس بڑے سے بڑا مصنف یہ کوشش کرتا ہے کہ اہل فن میں سے کوئی اس کا ہم پلہ یا اس سے زیادہ قابلیت والا آدمی چھپنے سے پہلے کتاب پر نظرثانی کرے، اور جہاں تک ہو سکے پڑھنے والوں کے سامنے صحیح اور جنچی تلی چیز جائے۔

(۳)

اپنے مقالے میں مبحث کا انتخاب کرنے میں ہمارے ملک کے طالب علم اکثر ایک بڑی غلطی کرتے ہیں، وہ یہ کہ ایسا مبحث تجویز کرلیتے ہیں جو بہت وسیع ہوتا ہے، اور امید کرتے ہیں کہ ایسے مضمون پر ایک ضخیم کتاب پیش کرکے وہ ایک دم نامور مصنفوں کی پہلی صف میں جگہ پاجائیں گے۔ اس ہوس میں بعضے ناتجربہ‌کار اپنی تحریر کو غیر متعلق چیزوں اور اوروں کی کتابوں کے لمبے لمبے اقتباسوں سے بھرکر اپنی تالیف کو ایک مضحکہ بنادیتے ہیں۔ تحقیقی کام کا اصول یہ ہے کہ ایسا مبحث اختیار کیا جائے جس کا پھیلاو کم ہو، تا کہ اس کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ گہرائی کے

ساتھ کیا جاسکے۔ ہمارے ملک میں عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ علمی مقالے کا حجم زیادہ ہونا چاہیے یعنی "شملہ بمقدار علم"۔ مجھے یہ عرض کرنے میں ذرا بھی تکلف نہیں کہ اصولاً یہ بات سراسر غلط ہے۔ چنانچہ یورپ کی یونیورسٹیوں نے عموماً مقالے کی کم سے کم مقدار معمولی کتابی تقطیع کو صرف تیس بتیس ہی صفحے قرار دی ہے۔ ایسے مقالوں سے جن میں خاص خاص مسئلوں کی تحقیق کی گئی ہو، فن کی تدوین بڑی خوبی سے ہوتی ہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب عرب کے ادبی اور لسانی علوم کی بنیادیں رکھی گئیں، تو اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے مقالے بڑے بڑے اساتذہ نے تصنیف کیے، جو برسوں کے مطالعے کا نتیجہ تھے۔ اصمعی اور ابو عبیدہ سے جید زبان دانوں نے چھوٹے چھوٹے رسالے خاص خاص مضمونوں پر لکھے۔ ثعلب نے اپنی "کتاب الفصیم" کے تصنیف کرنے میں، جو معمولی تقطیع کے تیس صفحے سے زائد نہیں بیس برس محنت آٹھائی۔ اس چھوٹے سے رسالے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کی کم سے کم پچاس شرحیں لکھی گئیں۔

(۴)

کسی زبان کے مستند مصنفوں کی تصنیفوں کو ایڈٹ کرنا بھی اہم تحقیقی کام ہے۔ عام طور پر لوگ اسے معمولی بلکہ ادنیٰ قسم کا کام خیال کرتے ہیں۔ یہ خیال درست نہیں۔ سچ پوچھیے تو ایڈٹ کرنے کا کام بڑی قابلیت چاہتا ہے، یہاں تک کہ بعض حالتوں میں تو ایک مستقل کتاب لکھ دینا اس سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(۵)

بڑا سوال یہ ہے کہ تحقیقی کام کے ترقی دینے اور اس سے

پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس مسئلے کو سلجھانے کے لیے بہتر ہوگا کہ زبان اور ادب کی ضرورتوں سے فرداً فرداً بحث کی جائے۔ زبان اور ادب کا چولی دامن کا ساتھ ہے، مگر ان دونوں پر تھوڑی دیر کے لیے الگ الگ غور کرنا چاہیے۔

زبان جاننے کے لیے دو چیزوں کا مطالعہ ضروری ہے: (۱) صرف نحو، اور (۲) لغت۔ ان دونوں فنوں پر کتابیں موجود ہیں، لیکن وہ سب اس محدود نظر سے لکھی گئی ہیں کہ ایک خاص زمانے میں زبان جس صورت سے بولی جاتی ہے، اس کا علم ان کتابوں کے پڑھنے سے آجائے۔ کہیں کہیں سو پچاس پرانے لفظوں یا محاوروں وغیرہ کو سرسری طور پر قدیم یا متروک بتا کر ان کے استعمال نہ کرنے کی ہدایت کردی گئی ہے اور بس۔ یہ صورت روز مرہ کی ضرورتوں کو تو کافی ہے مگر اعلیٰ علمی مقاصد کے لیے ناکافی، بلکہ بیشتر ناقص ہے۔ تحقیق کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ زبان کے سارے عناصر کا مطالعہ تاریخی بنا پر کیا جائے اور منطقی یا فلسفیانہ طور پر نتیجے اخذ کیے جائیں۔ اسی کو لسانیات کہتے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ ہم میں سے ہر شخص اس فن کا ماہر ہوجائے، لیکن جب تک ہم میں ایک معقول تعداد اس کے جاننے والوں کی نہ ہو، زبان کو پوری طرح جاننے کے ذرائع مہیا نہ ہوسکیں گے۔ لسانیات کے تحت میں کئی فن ہیں، جن میں سے ہر فن کے ماہر ہم میں ضروری تعداد میں ہونے چاہییں۔ بلا شبہہ لسانیات ایک مشکل چیز ہے اور اس کے لیے ایک سے زیادہ زبانوں اور بہت سے علموں جیسے تاریخ، جغرافیا، عمرانیات، اثریات، مذہبیات وغیرہ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اردو زبان کی ساخت اور ہیئت ایسی ہے کہ اس کے لیے ایک

محقق کو فارسی اور بھاشا اور کسی قدر عربی، سنسکرت اور پراکرتوں کا جاننا لابدی ہے۔ ساتھ ھی ساتھ ان زبانوں کے ادب کی طرف بھی توجہ لازم ہے۔

(۶)

ادب کے نقد و نظر کا کام جو لوگ اپنے ذمے لینا چاھیں ان کو فارسی کے علاوہ ایک اور قدیم زبان (عربی یا سنسکرت یا کوئی اور) جاننا چاھیے۔ اردو کے علاوہ ھندستان کی کسی جدید زبان کے ادب سے بخوبی واقفیت پیدا کرنا ضروری ھے یا اس کی جگہ، انگریزی کے علاوہ، کسی ایک جدید یورپی زبان کے ادب سے۔ ضرورت کے مطابق ایسے علوم و فنون سے بھی واقفیت پیدا کرنے کی فکر کرنا پڑے گی جو ادب سے گہرا تعلق رکھتے ھیں۔

مجھے امید ھے کہ ھمارے نوجوان، مطالبات کی اس لمبی فہرست کو دیکھ کر، مایوس نہ ھو جائیں گے۔ ھر چیز میں کمال حاصل کرنا مشکل ھے، مگر ساتھ ھی ساتھ انسانی قوتوں اور قابلیتوں میں بھی مشکلوں سے زور آزمائی کرنے کی ایسی زبردست اور ایسی اتھاہ قدرت ھے جس کا صحیح اندازہ کرنا دشوار ھے۔ اگر ھمت اور شوق کو اپنا راھبر بنائیے تو مشکلیں آسان ھی نہیں ھو جائیں گی، بلکہ مسرت اور دلچسپی کا سر چشمہ بن جائیں گی۔ کمال کو حاصل کرنے کی پہلی منزلوں میں جتنی سرگرمی کو کام فرمائیے گا، آگے آنے والی منزلیں اتنی ھی آسان اور خوش گوار ھوتی جائیں گی۔

(۷)

لسانیات کی شق میں ان چیزوں کی طرف خاص کر توجہ کرنے کی ضرورت ھے:

صرف نحو:

صرف نحو کے بہت سے مسئلے تحقیق چاہتے ہیں اور جب تک یہ صاف نہ کر لیے جائیں، اردو صرف نحو پر اچھی کتابوں کا ترتیب پانا ممکن نہیں:

(ا) ایک تذکیر و تانیث ہی کی بحث ایسی الجھ کر رہ گئی ہے کہ اس میں اصولی حیثیت سے بہت کچھ تحقیق اور تنقیح کی ضرورت ہے۔

(ب) زبان کی صحت کا معیار ابھی تک ایک سیال حالت میں ہے۔ معیار معین کرنا ممکن بھی نہیں، جب تک کہ اس سے متعلق سارے مسئلے ایک ایک کر کے سلجھا نہ لیے جائیں۔

(ج) اور تو اور، املا تک کے قاعدے مقرر نہیں۔ عوام کو جانے دیجیے، خود پڑھے لکھے لوگوں میں قدم قدم پر اختلاف ہے۔ ایک لفظ کو جناب شاعر ایک طرح سے لکھتے ہیں، حضرت مولانا دوسری وضع سے۔ ایک پڑھانے والا یوں بتاتا ہے، دوسرا یوں ہدایت کرتا ہے۔

(د) ایک اور مسئلہ ہے، دخیل لفظوں کے تلفظ اور اِملا کا، کہ اس کی بھی یکسوئی ضروری ہے۔

(ہ) متروکات کی آندھی ابھی تک دفع نہیں ہوئی ہے۔ اس کا بھی وارا نیارا ہو جانا چاہیے۔

(و) عروض اور قافیے سے متعلق بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ عربی عروض اور قافیے کی بنیاد پر کہاں تک عمارتیں اٹھائی جائیں گی؟

لغت:

لغت کے اجزا اور پھر ان کے مختلف پہلوؤں پر سیکڑوں مفید مقالے لکھے جا سکتے ہیں:

(١٠)

(ا) لفظوں کی اصل اور ان کے اشتقاق، محاورے، بول چال مثلیں، اصطلاحیں، تلمیحیں، کنائے، استعارے، سب ایسی چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک پر کئی کئی مقالوں کی بخوبی گنجائش ہے۔

(ب) مستند شاعروں کے کلام سے، نیز نثر کی کتابوں سے ایسے ایسے لفظوں، محاوروں، اصطلاحوں، مثلوں کو چھانٹ کر جمع کرنا، جن کو ہم بھولتے جاتے ہیں۔ یہ چیز خاص کر لغات کی تدوین میں کام دے گی۔

(ج) مقامی بولیوں کی تحقیق اس طرح پر کی جائے کہ ہر خطے، بلکہ ہر ضلع کی بولی کی نحوی اور لغوی خصوصیتیں نظر کے سامنے آئیں، تاکہ دلی لکھنؤ کے "اختلاف" جن کا ہر طرف اب بھی چرچا ہے ان کی بھی حقیقت کھلے اور اردو کی اصل اور ابتدا کا بھی ٹھیک ٹھیک پتا چلے اور دکنی، اورنگ آبادی، گوجری، پنجابی کے متعلق جو بحث ہو ہو کر رہ جاتی ہے، اس کا بھی آخرکار ایک فیصلہ کیا جاسکے، اور ہمیں معلوم تو ہو کہ ہم کہاں ہیں۔

(٨)

جن لوگوں نے زبان اور ادب دونوں کے مسائل میں گہری نظر پیدا کرلی ہو ان کے کرنے کے کام یہ ہیں:

(ا) اردو نظم و نثر کی مستند کتابوں، خاص کر قدیم ادبی یادگاروں کو اشاعت کے لیے تیار (یا ایڈٹ) کرنا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ لکھائی چھپائی اچھی، جلد رنگ برنگی ہو، بلکہ متن کے عمل (یعنی متن کے تیار کرنے) کی خوبی اس میں ہے کہ متعدد نسخوں کا مقابلہ کرکے انتہائی تحقیق اور دیدہ ریزی سے اس کی تصحیح کی جائے اور ایک سچا متن پیش کرنے کی حد بھر کوشش کی جائے۔

نسخوں کے اختلافات احتیاط سے اور خوب جانچ پرکھ کر قلمبند کیے جائیں، ضروری تشریحیں مختصر اور جامع و مانع لفظوں میں لکھ کر کتاب میں شامل کی جائیں۔ اس صورت سے ہماری تمام مستند کتابوں کا ترتیب پاجانا نہایت ضروری ہے، تاکہ متنوں کے ان مستند نسخوں سے تحقیقی کام کرنے والوں کو مدد ملے۔ کیا یہ افسوس اور ہمارے لیے شرم کی بات نہیں کہ "میر"، "سودا"، "غالب" اور "انیس" تک کے دیوانوں کے متن ابھی تک اس صورت سے شائع نہیں ہوئے؟

(ب) مستند کتابوں کے نجوم بنانا جن سے ایک نظر میں معلوم کیا جاسکے کہ کس مصنف کے ہاں کون کون سے لفظ، اصطلاحیں، محاورے وغیرہ آئے ہیں، کن کن لوگوں، مقاموں وغیرہ کے نام آئے ہیں، اور ان سے کون شخص اور مقام مراد ہیں۔

(ج) آن لکھے ادب کے نمونوں کو جہاں تک ہوسکے تلاش کر کر کے جمع کرنا، جیسے گیت، کہاوتیں، مثلیں، کہانیاں وغیرہ جو ابھی تک قلمبند نہیں ہوئی ہیں۔

(۹)

خالص ادب اور اس کی تنقید کے کاموں میں زیادہ اہم یہ ہیں۔

(ا) شاعروں، نثاروں، مورخوں، سوانح نگاروں اور پرانے اور نئے مصنفوں کی زندگی کے حالات جمع کرنا، اور ان کی تصنیف کی نوعیت اور خصوصیتوں سے اس طرح بحث کرنا کہ خوبیاں اجاگر ہو جائیں، کمزوریاں نظر سے اوجھل نہ رہیں۔ یہ کام بہت مشکل اور بڑی ذمہ داری کا ہے، اس لیے بڑی استعداد اور بہت احتیاط چاہتا ہے۔

(ب) ادب کے مختلف دوروں کی خصوصیتیں ہر دور کے صحیح حالات کی روشنی میں مشخص کرنا، ہر دور کے ادبی میلان اور اس کے اسباب اور نتائج سے بحث کرنا۔

جب تک ان تمام مبحثوں پر اچھے تحقیقی مقالے کثرت سے مہیا نہ ہوجائیں گے، اور نظم و نثر کی مستند کتابیں صحیح صورت میں موجود نہ ہوجائیں گی، ادبیات کی تاریخ نگاری کا مشکل کام کسی ایک اکیلے مصنف سے یا متعدد مصنفوں سے بھی سرانجام نہ ہوسکے گا۔

(آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے گیارھویں اجلاس منعقدہ حیدرآباد دکن دسمبر ۱۹۴۱ء میں شعبہ اردو کے خطبۂ صدارت سے ماخوذ)